اپنی بات

حالات بدلتے ہیں تو اس سے دنیا کی تمام چیزیں متاثر ہوتی ہیں۔ جب یہ قاعدہ کلیہ ہے تو اس سے زبان کا متاثر نہ ہونا غیر فطری ہے، لیکن وہ اپنے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق ہی تبدیلی کی متحمل ہوسکتی ہے۔ الفاظ کی تراش خراش سے اس کے معانی و مطالب میں نہ صرف اضافہ ہوتا ہے، بلکہ وہ تبدیلیاں تہذیب وثقافت کے ارتقا میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ بات آپ ہم اور سبھی جانتے ہیں کہ دنیا کے تمام علوم وفنون ایک مرکز پر ٹھہر نہیں گئے ہیں، بلکہ وہ مسلسل گردش میں ہیں اور یہ گردش ہی انھیں ایک دنیا سے دوسری دنیا تک پہنچاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اضافے بھی ہوتے رہتے ہیں اور قابل و ذہین افراد اس کے تنوع کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کیے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ زبان میں سلاست اور روانی بھی پائی جائے اور زبان کے معیارات نہ صرف قائم ہوں، بلکہ ان میں توازن بھی برقرار رہے۔

زبان کی فصاحت وبلاغت، صنائع وبدائع اور لطافت ودل کشی ایسی خوبیاں ہیں جو نہ صرف اس کی افادیت میں اضافہ کرتی ہیں، بلکہ اس کے معیارات کو عالمی زبانوں کے مقابل لا کھڑا کرتی ہیں۔ بلاشبہ ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، عبدالماجد دریابادی اور جوش ملیح آبادی کی نثر مذکورہ خصوصیات سے متصف نظر آتی ہے، جن کو پڑھتے پڑھتے قاری پر ایک ایسا سرور چھا جاتا ہے اور اس کے دل پر ایسی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں کہ ان کی توضیح کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ جس زبان میں ایسے عمدہ اور اعلیٰ اوصاف موجود ہوں گے یقیناً وہ اردو زبان ہی ہوگی۔ اردو زبان اپنے مسلسل تحرک اور ارتقا کے سبب نہ صرف ملک میں بولی جانے والی زبانوں میں اوّلیت رکھتی ہے، بلکہ ملک گیر سطح پر اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ کشمیر سے کنیا کماری تک مختلف لہجوں کے باوجود اپنی شیرینی کے باوصف کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس زبان کا ادب اپنے مذکورہ سحر کے باوصف دنیا کو متوجہ نہ کرے۔ اسی لیے اردو ادب برابر پروان چڑھ رہا ہے، نئے لکھنے والے اردو زبان میں نئے نئے زاویوں سے تنقید وتحقیق کے درِ ناب تلاش کر کے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اردو اکادمی، دہلی کا سالانہ ادبی اجتماع اسی تلاش وجستجو کا ایک خوشگوار باب ہے، جو پرانے چراغوں سے نئے چراغوں کو روشنی بخشنے کا ایک باعث فخر عمل ہے۔ اس ادبی اجتماع مئی ۲۰۱۷ء کے انعقاد میں کتنے ریسرچ اسکالروں نے تحقیقی اور تخلیقی ادب پیش کیا، یہ تو آپ خبرنامہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں صرف ایک بات ان اسکالروں سے کہنے کو جی چاہتا ہے کہ وہ اپنی تمام خلاقانہ بصیرتوں اور ذہانتوں کو صرف کر کے جب اپنی نگارشات پیش کرتے ہیں تو اس کا سننے والوں پر اچھا تاثر قائم ہو اور وہ اس بات کی داد دیے بغیر نہ رہ سکیں کہ واقعی ہمارا ادب پروان چڑھ رہا ہے اور کل کے تخلیق کار، تنقید نگار اور شاعر اپنی حیثیت اور ذہانت کے مطابق اپنا حصّہ ادا کر رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنی تخلیق اپنے اساتذہ کو ضرور سنا دیں۔ اس لیے کہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض ریسرچ اسکالروں کے یہاں تلفظ نادرست ہے اور بعض نے اشعار کے پڑھنے میں عجلت دکھائی اور اشعار ناموزوں ہوگئے۔ اگر ریسرچ اسکالر اساتذہ کو ایک مرتبہ اپنی تخلیق سنا دیں گے تو یہ کمیاں دور ہوجائیں گی، چوں کہ ''نئے پرانے چراغ'' کا مقصد ہی نئی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہے، اس لیے کہ آج کے یہ ریسرچ اسکالر ہی کل کے ناقد، ادیب اور شاعر بن کر یقیناً اردو ادب کو پروان چڑھانے میں اپنا حصّہ فخر کے ساتھ ادا کریں گے۔ ادبی اجتماع ''نئے پرانے چراغ'' کے تمام شرکا کو بہت بہت مبارک باد۔

—ادارہ